حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع أکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

اشاعت نمبر ۱۰

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفَاعِ اَسلافِ ہند

فہرست مضامین

زیرِ سر پرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتہم

سلسلۃ دفاع فضائل اعمال ۱۰

کیا کعبہ اولیاء کی زیارت کیلئے جاتا ہے؟

(معراج ربانی صاحب اور اہل حدیث حضرات کو جواب)

-مفتی ابو احمد ابن اسماعیل المدنی

-مولانا عبدالرحیم قاسمی

- ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کہتے ہیں:

''کعبہ کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے، لکھتے ہیں مولانا زکریا صاحبؒ کہ بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے، خراسان کہاں ہے؟

وہ جمہوریہ روس وغیرہ، خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جو طواف کر رہے ہوتے ہیں،

بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے، نعوذ باللہ نعوذ باللہ اگر کعبہ ان کی زیارت کیلئے خراسان جائے توران جائے ہندوستان جائے پاکستان جائے، تو پھر جو بے چارے حج کرنے آرہے ہیں، عمرہ کر رہے ہیں،

وہ کہاں طواف کریں گے،

ان سے کوئی پوچھے؟ یہ جو رابعہ بصریہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے نا

کہ رابعہ بصریہ کی زیارت کیلئے کعبہ گیا ہوا تھا"۔

مزید کہتے ہیں:

"اور میں سمجھتا ہوں، اتنا بڑا جھوٹ بول کر بھی اگر کوئی ولی اللہ بن سکتا ہے، تو سچ بولنے کی اسے ضرورت نہیں ہے، اور ان سے کوئی پوچھے کہ روضہ نبوی بھی کسی کی زیارت کیلئے جاتا ہے، یا صرف خانہ کعبہ کو تم نے اتنا غریب و مسکین سمجھا ہوا ہے کہ جہاں چاہتے ہو ہنکال دیتے ہو،

نبی کریم ﷺ چودہ سو صحابہ کرام کو لے کر حدیبیہ کے مقام پر جاتے ہیں، کفار و مشرکین منع کر دیتے ہیں کہ اس سال تم عمرہ نہیں کر سکتے، حضور لوٹ آتے ہیں، کعبہ حضور کی زیارت کیلئے نہیں آتا ہے،

لیکن تبلیغی جماعت والے لکھتے ہیں کہ کعبہ باقاعدہ طواف زیارت کیلئے بزرگوں کی باقاعدہ ایران توران جاتا ہے، کیا یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے ؟

قرآن وسنت کو ماننے والوں کا تو یہ عقیدہ نہیں ہے، یہ خرافی، بدعتی اور مشرکوں کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے۔

الجواب:

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب نے اس واقعہ پر '۳' اعتراضات کئے ہیں:

(۱) یہ واقعہ جھوٹا ہے۔(موصوف کے الفاظ ہے کہ اتنا جھوٹ بول کر بھی کوئی ولی اللہ ہو سکتا ہے)

(۲) اگر کعبہ ان کی زیارت کیلئے خراسان جائے، توران جائے، ہندوستان جائے، پاکستان جائے، تو پھر جو بے چارے حج کرنے آرہے ہیں، عمرہ کر رہے ہیں، وہ کہاں طواف کریں گے۔

(۳) نبی کریم ﷺ چودہ سو صحابہ کرام کو لے کر حدیبیہ کے مقام پر جاتے ہیں، کفار و مشرکین منع کر دیتے ہیں کہ اس سال تم عمرہ نہیں کر سکتے، حضور لوٹ آتے ہیں، کعبہ حضور کی زیارت کیلئے نہیں آتا ہے۔

معراج ربانی صاحب کی ایک خیانت:

حسب عادت معراج ربانی صاحب نے فضائل اعمال کی اس عبارت میں بھی خیانت کی ہے۔ فضائل اعمال کی پوری عبارت درج ذیل ہیں:

فضائل اعمال:ج ۲: فضائل حج، چھٹی فصل، مکہ مکرمہ اور کعبہ شریفہ کے فضائل میں، حدیث نمبر ۱۰ کے تحت حضرت شیخ الحدیث، مولانا زکریا صاحبؒ (م ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ جن محتاط علماء نے مکہ کے قیام کو مکروہ بتایا ہے اس کی تین وجہ ہیں

اول یہ کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں کے قیام سے وہ ذوق وشوق اور تڑپ بیقراری جو کعبہ شریف کے ساتھ ہونا چاہیے وہ کم ہو جائے،

دوسرے یہ کہ اس سے روانگی کے وقت جو فراق کی تڑپ اور دوبارہ لوٹنے کا جذبہ پیدا ہو گا وہ وہاں رہنے میں حاصل نہیں ہوتا، اسی لئے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ تو کسی دوسرے شہر میں رہے اور تیرا دل مکہ مکرمہ میں اٹکا رہے یہ بہتر ہے اس سے کہ تو مکہ میں رہے اور تیرے دل میں کسی دوسری جگہ کا داعیہ پیش آئے اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں، **بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے۔**

تیسری وجہ یہ ہے کہ مبادا وہاں رہ کر کوئی گناہ صادر ہو جائے کہ یہ سخت خطرناک ہے اور اللہ جل شانہٗ کے غصہ کا موجب ہے فقط۔" **(فضائل اعمال:ج ۲: فضائل حج: فصل نمبر ۶: ص ۷۳۷-۷۳۸، طبع دینیات، ونسخہ یاسین بوکڈپو، دہلی: ج ۲: ص ۸۸)**

اسکین: فضائل اعمال (نسخہ دینیات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ اعمال

جلد دوم

فضائل صدقات　　　فضائل حج

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پہلا ایڈیشن

ماہ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ　　مطابق ماہ فروری ۲۰۱۳ء

Designed	تسہیل و تزئین
AHEM Charitable Trust	اہم چیریٹیبل ٹرسٹ

Contact : Idara DEENIYAT, Opp. Maharashtra College, Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 400 008

Tel. : 022 - 23051111 • Fax : 022 - 23051144

Website : www.deeniyat.com • E-mail : info@deeniyat.com

نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کا قیام صاحبینؒ[1] کے نزدیک مستحب[2] ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی بعض شافعیہ اور بعض حنابلہ کا مختار ہے، لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے مستقل قیام کو مکروہ فرماتے تھے۔ اور ایک بڑی جماعت کا محتاط[3] لوگوں میں سے یہی مذہب ہے۔ مبادا[4] وہاں رہ کر آدمی کو وہاں سے کوئی گرانی[5] اور ملال[6] پیدا ہو، یا اس کے احترام میں کسی قسم کی کمی ہوجائے یا وہاں رہ کر آدمی سے کسی قسم کا گناہ صادر[7] ہوجائے کہ جیسا وہاں نیکیوں کا ثواب کہیں زیادہ ہے، ایسے ہی وہاں رہ کر گناہ کرنے کا وبال بھی بہت زیادہ سخت ہے، لیکن اللہ کے وہ مخلص بندے جو گناہوں سے مُحترِز[8] ہوں؛ ان کے لیے افضلیت میں کیا کلام ہے؛ لیکن وہ اتنی قلیل[9] مقدار ہے کہ ان پر حکم لگانا بھی ایسا ہے جیسا عام مخلوق میں بادشاہ، لیکن پارسائی[10] کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کا اعتبار نہیں کہ ویسے تو ہر شخص اپنے کو یہی کہتا ہے کہ میں وہاں رہنے کے شرائط پورے کرسکتا ہوں۔ دعویٰ بہت سہل ہے۔

بہت مشکل ہے بچنا بادۂ[11] گل گوں سے خلوت[12] میں　　　بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے حالات کے لحاظ سے کراہت[13] اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اگر وہ ان حالات کو دیکھتے جن کو ہم اپنے زمانہ میں دیکھ رہے ہیں تو وہ وہاں کے قیام کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے۔ یہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر علماء میں ہیں، ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی ہے، جب یہ اپنے زمانہ کا یہ حال فرما رہے ہیں تو آج چودھویں صدی کے آخر کا جو حال ہوگا، وہ اظہر من الشمس[14] ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن محتاط علماء نے مکہ کے قیام کو مکروہ بتایا ہے، اس کی تین وجہ ہیں: اوّل یہ کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں کے قیام سے وہ ذوق وشوق اور تڑپ بے قراری جو کعبہ شریف کے ساتھ ہونا چاہیے وہ کم ہوجائے۔ دوسرے یہ کہ اس سے روانگی کے وقت جو فراق[15] کی تڑپ اور دوبارہ لوٹنے کا جذبہ پیدا ہوگا وہ وہاں رہنے میں حاصل نہیں ہوتا، اسی لیے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ تو کسی دوسرے شہر میں رہے اور تیرا دل مکہ مکرمہ میں اٹکا رہے، یہ بہتر ہے اس سے کہ تو مکہ میں رہے اور تیرے دل میں کسی دوسری جگہ کا داعیہ پیش آئے اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے

حل لغات: (۱) حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) پسندیدہ۔ (۳) احتیاط کرنے والے۔ (۴) کہیں ایسا نہ ہو۔ (۵) بھاری پن، بوجھ۔ (۶) رنج، غم۔ (۷) واقع ہوجائے۔ (۸) بچنے والے۔ (۹) کم۔ (۱۰) تقویٰ طہارت۔ (۱۱) گلاب کی طرح لال رنگ کی شراب۔ (۱۲) تنہائی۔ (۱۳) ناپسند۔ (۱۴) سورج سے زیادہ روشن۔ (۱۵) جدائی۔

والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں، بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مبادا وہاں رہ کر کوئی گناہ صادر ہو جائے کہ یہ سخت خطرناک ہے اور اللہ جَلّ شانہٗ کے غصہ کا موجب ہے فقط۔ ویسے تو مکہ مکرمہ سارا ہی بابرکت ہے، اس کی ہر جگہ، ہر در و دیوار، ہر پتھر اور ریت کا ذرّہ بابرکت ہے؛ لیکن چند مقامات اور بھی زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں، جن میں سے بعض اس فصل میں گذر چکے ہیں، مستقل احادیث ان کے فضائل میں لکھی جا چکی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دولت کدہ① جہاں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب اولاد یہیں پیدا ہوئی، ہجرت تک حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اسی مکان میں رہا، علماء نے لکھا ہے کہ مسجد حرام کے بعد مکہ کے تمام مکانات میں یہ مکان افضل ہے۔ دوسرے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ جو مولدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان جو زُقاقِ صَوَّاغِیْن (زرگروں کی گلی) میں ہے، اس کو دار الہجرت بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ ہجرت کی ابتدا اسی مکان سے ہوئی، ہجرت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ یہاں تشریف لایا کرتے تھے، وہاں دو پتھر تھے: ایک کا نام مُتَکَلِّم② ہے، اس نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تھا، دوسرا مُتَّکا③ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ مولدِ علی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی پیدائش کی جگہ۔ دارِ اَرقم جو دارِ خَیزُرَان سے مشہور ہے، صفا پہاڑ کے قریب ہے۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اور چالیس کا عدد آپ کے ایمان لانے پر پورا ہوا تھا۔ اور قرآن پاک کی آیت ﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [سورۂ انفال: ۶۴] اس پر نازل ہوئی تھی، اسی میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ اسلام میں مخفی④ رہا کرتے تھے۔ جبلِ⑤ ثور کا غار، جس میں ہجرت کے وقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوشیدہ ہوئے تھے۔ قرآن پاک میں ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ میں اسی غار کا ذکر ہے۔ جبل حرا کا غار جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کئی کئی دن تک عبادت کیا کرتے اور تنہائی اختیار فرمایا کرتے تھے اور اسی میں سب سے پہلے آپ پر اِقْرَأْ نازل ہوئی۔ مسجد الرَّایۃ مکہ میں مُعلّٰی کی طرف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ مسجد الجن جس جگہ جنات کا اجتماع ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس جگہ تشریف لے گئے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بٹھا کر خود آگے

حل لغات: ① مکان، گھر۔ ② بات کرنے والا۔ ③ تکیہ لگانے والا۔ ④ پوشیدہ، چھپا ہوا۔ ⑤ پہاڑ۔

لیجئے! حضرت شیخ الحدیث، مولانا زکریا صاحبؒ(م۱۴۰۲ھ) نے یہ بات امام غزالیؒ(م۵۰۵ھ) سے نقل کی ہے۔ جس کو معراج ربانی غیر مقلد نے جان بوجھ کر چھپایا، تاکہ عوام کو لگے کہ یہ بات شیخ الحدیثؒ نے اپنے طرف سے لکھی ہے۔

اور امام غزالیؒ(م۵۰۵ھ) نے اپنے مشہور کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں یہ بات کہی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فضيلة المقام بمكة حرسها الله تعالى وكراهيته:

كره الخائفون المحتاطون من العلماء المقام بمكة لمعان ثلاثة:

الأول خوف التبرم والأنس بالبيت فإن ذلك ربما يؤثر في تسكين حرقة القلب في الاحترام وهكذا كان عمر رضي الله عنه يضرب الحجاج إذا حجوا ويقول يا أهل اليمن يمنكم ويا أهل الشام شامكم ويا أهل العراق عراقكم ولذلك هم عمر رضي الله عنه بمنع الناس من كثرة الطواف وقال خشيت أن يأنس الناس بهذا البيت۔

الثاني تهييج الشوق بالمفارقة لتنبعث داعية العودة فإن الله تعالى جعل البيت مثابة للناس وأمناً أي يثوبون ويعودون إليه مرة بعد أخرى ولا يقضون منه وطراً۔

وقال بعضهم تكون في بلد وقلبك مشتاق إلى مكة متعلق بهذا البيت خير لك من أن تكون فيه وأنت متبرم بالمقام وقلبك في بلد آخر۔

وقال بعض السلف كم من رجل بخراسان هو أقرب إلى هذا البيت ممن يطوف به ويقال إن لله تعالى عباداً تطوف بهم الكعبة تقرباً إلى الله عز وجل

الثالث الخوف من ركوب الخطايا والذنوب بها فإن ذلك مخطر وبالحري أن يورث مقت الله عز وجل لشرف الموضع۔ (إحياء علوم الدين: ۱/۲۴۳)

اسکین:

إحياء علوم الدين

تصنيف

الإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي

المتوفى في سنة ٥٠٥ هـ

ويذيله كتاب

المغني عن حمل الأسفار في الأسفار

في تخريج ما في الإحياء من الأخبار

للعلامة زين الدين أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي

المتوفى في سنة ٨٠٦ هـ

وتماما للنفع ألحقنا بالكتاب في آخره ثلاثة كتب:

الأول : تعريف الأحياء بفضائل الإحياء، للعلامة عبد القادر بن شيخ بن عبد الله ابن شيخ بن عبد الله العيدروس باعلوي

الثاني : الإملاء عن إشكالات الإحياء للإمام الغزالي، رد به اعتراضات أوردها بعض المعاصرين له على بعض مواضع من الإحياء.

الثالث : عوارف المعارف، للعارف بالله تعالى الإمام السهروردي

الجزء الأول

دار المعرفة

بيروت - لبنان

١٤٠٢ هـ - ١٩٨٢ م

الله تعالى « إذا أردت أن أخرب الدنيا بدأت ببيتي فخربته ثم أخرب الدنيا على أثره [١] » .

فضيلة المقام بمكة حرسها الله تعالى وكراهيته

كره الخائفون المحتاطون من العلماء المقام بمكة لمعان ثلاثة (الأول) خوف التبرم والأنس بالبيت ، فإنّ ذلك ربما يؤثر في تسكين حرقة القلب في الاحترام ، وهكذا كان عمر رضي الله عنه يضرب الحجاج إذا حجوا ويقول : ياأهل اليمن يمنكم وياأهل الشام شامكم وياأهل العراق عراقكم . ولذلك هم عمر رضي الله عنه بمنع الناس من كثرة الطواف ، وقال : خشيت أن يأنس الناس بهذا البيت (الثاني) تهييج الشوق بالمفارقة لتنبعث داعية العودة فإنّ الله تعالى جعل البيت مثابة للناس وأمنا أي يثوبون ويعودون إليه مرة بعد أخرى ولا يقضون منه وطرا . وقال بعضهم تكون في بلد وقلبك مشتاق إلى مكة متعلق بهذا البيت خير لك من أن تكون فيه وأنت متبرم بالمقام وقلبك في بلد آخر . وقال بعض السلف : كم من رجل بخراسان وهو أقرب إلى هذا البيت ممن يطوف به ؟ ويقال : إنّ لله تعالى عبادا تطوف بهم الكعبة تقربا إلى الله عزوجل (الثالث) الخوف من ركوب الخطايا والذنوب بها ، فإنّ ذلك مخطر وبالحرى أن يورث مقت الله عز وجل لشرف الموضع . وروى عن وهيب بن الورد المكي قال : كنت ذات ليلة في الحجر أصلي فسمعت كلاما بين الكعبة والأستار يقول إلى الله أشكو ثم إليك ياجبرائيل ماألقى من الطائفين حولي من تفكرهم في الحديث ولغوهم ولهوهم لئن لم ينتهوا عن ذلك لأنتفضن انتفاضة يرجع كل حجر مني إلى الجبل الذي قطع منه . وقال ابن مسعود رضي الله عنه : مامن بلد يؤاخذ فيه العبد بالنية قبل العمل إلا مكة وتلا قوله تعالى ﴿ ومن يرد فيه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب أليم ﴾ أي أنه على مجرد الإرادة . ويقال : إنّ السيئات تضاعف بها كما تضاعف الحسنات . وكان ابن عباس رضي الله عنه يقول : الاحتكار بمكة من الإلحاد في الحرم، وقيل: الكذب أيضا وقال ابن عباس : لأن أذنب سبعين ذنبا بركية أحب إلى من أن أذنب ذنبا واحدا بمكة . وركية منزل بين مكة والطائف . ولخوف ذلك انتهى بعض المقيمين إلى أن لم يقض حاجته في الحرم بل كان يخرج إلى الحل عند قضاء الحاجة . وبعضهم أقام شهرا وما وضع جنبه على الأرض . وللمنع من الإقامة كره بعض العلماء أجور دور مكة . ولاتظنن أنّ كراهة المقام يناقض فضل البقعة لأنّ هذه كراهة علتها ضعف الخلق وقصورهم عن القيام بحق الموضع فمعنى قولنا إنّ ترك المقام به أفضل أي بالإضافة إلى مقام مع التقصير والتبرم ، أما أن يكون أفضل من المقام مع الوفاء بحقه فهيهات ! وكيف لا ولما عاد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مكة استقبل الكعبة وقال « إنك لخير أرض الله عزوجل وأحب بلاد الله تعالى إلي ولولا أني أخرجت منك لما خرجت [٢] » وكيف لا والنظر إلى البيت عبادة والحسنات فيها مضاعفة كما ذكرناه .

فضيلة المدينة الشريفة على سائر البلاد

ما بعد مكة بقعة أفضل من مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم فالأعمال فيها أيضا مضاعفة قال صلى الله عليه وسلم « صلاة في مسجدي هذا خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام [٣] » وكذلك كل عمل بالمدينة بألف

---

(١) حديث « قال الله إذا أردت أن أخرب الدنيا بدأت ببيتي فخربته ثم أخرب الدنيا على أثره » ليس له أصل

(٢) حديث « إنك لخير أرض الله وأحب بلاد الله إلى الله ولولا أني أخرجت منك ما خرجت » أخرجه الترمذي وصححه النسائي في الكبرى وابن ماجه وابن حبان من حديث عبد الله بن عدي بن الحمراء (٣) حديث « صلاة في مسجدي هذا خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام » متفق عليه من حديث أبي هريرة ورواه مسلم من حديث ابن عمر

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیخ زکریاؒ (**م ۱۴۰۲ھ**) تو ناقل ہیں، اور ناقل کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا کیا اصول ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمائے:

(الف) غیر مقلدین کے محدث العصر حافظ گوندلوی صاحب لکھتے ہیں

''پھر اس میں امام ذہبیؒ کا کیا قصور ہے، وہ تو ناقل ہیں، اور امام مالکؒ سے نقل کر رہے ہیں''۔ **(دوام حدیث، از حافظ گوندلوی صاحب، تحقیق و تعلیق حافظ شاہد صاحب: جلد ۲: صفحہ ۱۸۶)**

تو پھر مولانا زکریاؒ بھی تو ناقل ہیں، تو پھر ان پر کفر شرک، بدعت، اور توہینِ کعبہ کا فتویٰ کیوں، اب یا تو غیر مقلدین کا اصول جھوٹا ہے یا فضائل اعمال اور مولانا زکریاؒ کے بغض میں آپ نے اپنے اصول کو ہی توڑا ہے۔

(ب) اہل حدیث حضرات کے شیخ الاسلام ابو القاسم سیف بنارسی صاحب، نے ناقل کے سلسلہ میں ضابطہ کیا ذکر کیا ہے کہ:

''نواب (صدیق حسن خان) صاحب ممدوح صرف ناقل ہیں، اور نقل شیئ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو''۔ **(دفاع بخاری** تالیف شیخ الاسلام ابو القاسم سیف بنارسی صاحب، تقدیم فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب، تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود صاحب،: **صفحہ ۲۷۹)**

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''یہ امر بدیہی ہے کہ نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں کہ ناقل کے نزدیک وہ بات صحیح ہو''۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۱۰۱)**

مولانا زکریا صاحبؒ بھی تو ناقل ہیں، پھر غیر مقلدین حضرات ان پر کیسے اعتراض کر رہے ہو،

کیا اہل حدیث حضرات کا اپنے لئے الگ اصول ہے اور دوسروں لئے الگ ہے۔

دیگر ائمہ نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

اسی طرح ایک اور کتاب میں امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کہتے ہیں کہ

وقال بعضهم: تكون في بلد وقلبك مشتاق إلى مكة متعلق بهذا البيت خير لك من أن تكون فيه وأنت متبرم بالمقام وقلبك في بلد آخر۔

وقال بعض السلف: كم من رجل بخراسان وهو أقرب إلى هذا البيت ممن يطوف به۔

ويقال: إن الله تعالىٰ عبادا تطوف بهم الكعبة تقربا إلى الله عز وجل۔

"ایک بزرگ کہتے ہیں: تم کسی دور دراز کے شہر میں ہو اور تمہارا دل مکہ کا مشتاق ہو، اس گھر (خانہ کعبہ) سے جڑا ہوا ہو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ تم مکہ میں ہو، اور مقام (ابراہیم) سے چمٹے ہوئے ہو، اور تمہارا دل دوسرے شہر میں ہو۔

بعض سلف کہتے ہیں: بہت سے لوگ خراسان میں ہوتے ہیں حالانکہ وہ طواف کرنے والوں کے مقابلہ میں بیت اللہ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے (بھی) ہیں، جن کا طواف خود کعبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے"۔ **(أسرار الحج: ص۳۷)**

(۲) ابو طالب مکیؒ (م ۳۸۶ھ) لکھتے ہیں:

إن لله عباداً تطوف هم الكعبة تقرّباً إلى الله عزّ وجلّ، وحدثني شيخ لنا عن أبي علي الكرماني شيخنا بمكة وكان من الأبدال إلا أني سمعت هذه الحكاية منه، قال: سمعته يقول: رأيت الكعبة ذات ليلة تطوف بشخص من المؤمنين۔

”اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا طواف تقرب خداوندی حاصل کرنے کیلئے کعبۃ اللہ کرتا ہے، اور ہمارے ایک شیخ نے ہمارے شیخ ابو علی کرمانیؒ سے نقل کیا، جو مکہ میں ہمارے شیخ تھے، اور وہ ابدال میں سے تھے، البتہ یہ حکایت میں نے ان (ابو علی کرمانیؒ) سے خود نہیں سنی، وہ (ہمارے ایک شیخ) کہتے ہیں کہ میں نے ان (ابو علی کرمانیؒ) کو کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے ایک رات کعبہ کو مومنین میں سے ایک شخص کا طواف کرتے دیکھا۔“ (**قُوت القلوب: جلد ۲: صفحہ ۲۰۳**)

(۳) ثقہ،[1] امام یافعیؒ (**م ۷۶۸ھ**) اپنی کتاب روض الریاحین میں لکھتے ہیں:

وقد سمعنا سماعا محققا أن جماعة منهم شوهدت الكعبة تطوف بهم طوافا محققا ورأيت بعضا مما شاهد ذلک من الثقات الأتقياء بل من السادات العلماء۔

”ہم نے محقق و معتبر طور سے سنا ہے کہ بہت سے لوگوں نے بچشمِ خود دیکھا کہ خود کعبہ شریف اولیاء کی ایک جماعت کا محقق طور پر طواف کر رہا ہے، اور جن ثقہ و متقی لوگوں بلکہ بڑے بڑے علماء نے یہ عجیب واقعہ دیکھا، ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا ہے“۔(**روض الرياحين: ص ۲۸، ت: محمد عزت المكتبة التوفيقية، اردو ترجمہ نزہۃ البساتین: صفحہ ۳۸**)

(۴) امام سیوطیؒ (**م ۹۱۱ھ**) لکھتے ہیں:

فإن قيل: الإشكال باق في تعدد الصور من شخص واحد، فالجواب: أن ذلك قد وقع وشوهد، ولا يمكن جحده، وإن تحير فيه العقل، من ذلك ما اشتهر عن كثير من الفقهاء

---

[1] قاضی شوکانیؒ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔(**الفتح الربانی: ۲/۱۰۷۱**)، غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب، کتاب التعویذات میں لکھتے ہیں: ”ہمارے شیخ امام یافعیؒ کہتے ہیں: یہ فائدہ مجرب اور عظیم البرکتہ ہے“۔(**کتاب التعویذات، باب برائے قضائے حوائج: صفحہ ۱۵۷**)

وغيرهم: أن الكعبة المعظمة شوهدت تطوف بجماعة من الأولياء في أوقات في غير مكانها، ومعلوم أنها في مكانها، لم تفارقه في تلك الأوقات

"اگر کہا جائے کہ ایک ہی ذات کا متعدد صورتوں میں ہونے پر اشکال ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا واقع ہو چکا ہے، بلکہ اس کا مشاہدہ بھی کیا جا چکا ہے، جس کا انکار ممکن نہیں، اگرچہ عقل اس میں حیرت زدہ ہو جائے، اسی قبیل سے وہ بات بھی ہے جو بہت سے فقہاء کے نزدیک مشہور ہے کہ کعبۃ اللہ معظمہ، مختلف اوقات میں اپنی جگہ سے ہٹ کر اولیاء اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، اور یہ بعد معلوم ہے کہ کعبہ اپنی جگہ میں ہوتا ہے، اس سے ہٹتا اور جدا نہیں ہوتا"۔

ایسے ہی اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

وقد حكى جماعة أن الكعبة رئيت تطوف ببعض الأولياء - هذا كلام الشيخ خليل وناهيك به إمامة وجلالة

"ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ کعبہ کو بعض اولیاء کا طواف کرتے دیکھا گیا ہے، یہ امام خلیل کا کلام ہے اور ان کی امامت و جلالت مسلم ہے"۔ **(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی: ج۱: ص۲۵۷-۲۵۸)**

(۵) فقیہ زین الدین کرمانیؒ (**م ۸۸۳ھ**) لکھتے ہیں:

ويقال أيضا: إن لله عبادا تطوف بهم الكعبة تقربا إلى الله تعالىٰ، كذا النقل عن بعض السلف۔

"اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا طواف تقرب خداوندی حاصل کرنے کیلئے بیت اللہ کرتا ہے، جیسا کہ بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے۔" **(مسالک فی المناسک لکرمانی: ص۱۰۳۹)**

(۶) امام مناویؒ (**م ۱۰۳۱ھ**) لکھتے ہیں:

قال في "روض الرياحين": وقد سمعنا سماعا محققا أن جماعة منهم شوهدت الكعبة تطوف بهم طوافا محققا ورأيت بعضا مما شاهد ذلك من الثقات الأتقياء بل من السادات العلماء۔

"امام یافعیؒ (م۷۶۸ھ) نے روض الریاحین میں کہا ہے کہ: ہم نے یقین کے ساتھ سنا کہ ایک جماعت کو دیکھا گیا کہ یقیناً کعبہ ان کے گرد طواف کر رہا تھا، اور میں نے بڑے علماء میں سے، کئی متقی اور ثقہ لوگوں کو دیکھا ہے، جنہوں نے اس منظر کا مشاہدہ کیا ہے"۔ **(الکواکب الدریۃ، للمناوی تحقیق محمد ادیب الجادر: جلد۱: صفحہ ۱۸)**

(۷) در مختار میں ہے کہ

سئل عما یحكى أن الكعبة كانت تزور واحدا من الأولياء هل يجوز القول به؟ فقال: خرق العادة على سبيل الكرامة لأهل الولاية جائز عند أهل السنة۔

"علامہ نسفیؒ سے پوچھا گیا کہ: کعبہ کسی ولی کا طواف کر رہا تھا، کیا ایسا کہنا جائز ہے؟ تو آپ نے کہا: اہل سنت کے یہاں خرقِ عادت کا بطور کرامت کے، کسی ولی کیلئے واقع ہونا ممکن ہے"۔ **(الدر المختار مع رد المحتار: جلد۳: صفحہ ۵۵۱)**

خلاصہ یہ کہ شیخ الدیثؒ سے پہلے بھی کئی ک ائمہ نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔لہذا معراج ربانی صاحب اور اہل حدیث حضرات نے جو فتوے دیئے وہ سب ان اکابر پر بھی لاگو ہو جاتے ہیں۔

موصوف کے '۳' اعتراضات کے جوابات:

اعتراض نمبر '۱' کا جواب:

بقول ربانی صاحب کے کہ اگر یہ واقعہ جھوٹا ہے اور اتنا جھوٹ بول کر بھی کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا، تو سوال یہ ہے کہ جیسا کہ ثابت کیا گیا کہ شیخ الحدیثؒ (م۱۴۰۲ھ) سے پہلے بھی کئی ائمہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔لہذا معراج

ربانی صاحب اور اہل حدیث حضرات واضح کریں کہ جن جن ائمہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے، کیا وہ ائمہ بھی جھوٹے، کذاب اور اللہ کے ولی نہیں ہیں؟؟؟

اعتراض نمبر '۲' کا جواب:

رہا معراج ربانی صاحب کا اعتراض کہ " اگر کعبہ ان کی زیارت کیلئے خراسان جائے، توران جائے، ہندوستان جائے، پاکستان جائے، تو پھر جو بے چارے حج کرنے آرہے ہیں، عمرہ کر رہے ہیں، وہ کہاں طواف کریں گے "

تو عرض ہے کہ یہاں کعبہ سے مراد حقیقی کعبہ نہیں ہے، بلکہ اس کی خاص تجلّی مراد ہے۔ چنانچہ حکیم الامت، مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

بعض بزرگوں کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ مکہ معظّمہ پہنچے تو جاکر دیکھا کہ کعبہ موجود نہیں ہے، سخت حیرت ہوئی اور باری تعالیٰ سے دعا کی مجھے معلوم ہو جائے کہ اس وقت کعبہ کہاں ہے؟ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ہم منکشف کیے دیتے ہیں، دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ آرہے ہیں، کعبہ اس کے استقبال کو گیا ہوا تھا۔ اور یہ حکایت تین فرقوں کو مضر ہوئی۔

ایک تو ان کو جنہیں دین سے کچھ بھی تعلق اور واسطہ نہیں، ایسے لوگوں نے تو اس کی تکذیب کی اور کہنے والوں پر ہنسنا اور وہم پرست کہنا شروع کیا۔

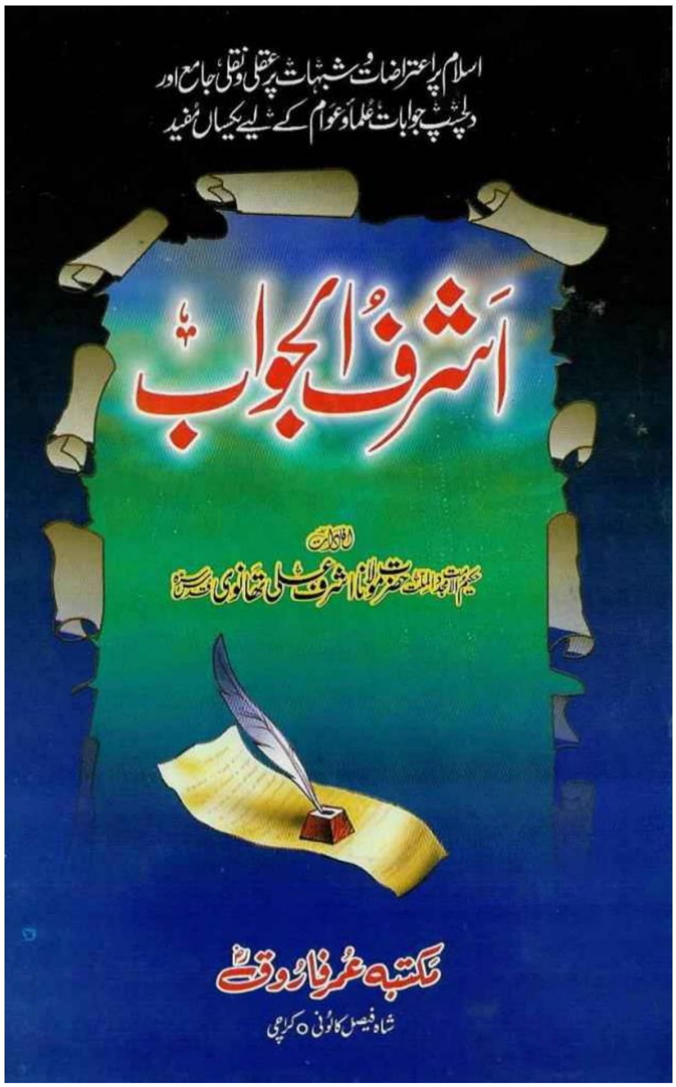
دوسرے ان دینداروں کو جو کہ محض ظاہر پرست ہیں، ایسے لوگوں نے ان کو صوفیہ کے ڈھکوسلے کہہ کر اڑا دیا،

تیسرے ان لوگوں کو جو فلسفی دماغ کے ہیں اور تاریخ ان کا نصب العین ہے، انہوں نے اس کو خلاف عقل بتلایا اور یہ اعتراض اس پر کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا، سو ہم نے کسی تاریخ میں نہیں دیکھا حالانکہ ان تینوں کی حالت یہ ہے: ع

چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانے زدند

تو سمجھو کہ **ایک کعبہ کی صورت ہے اورایک کعبہ کی روح ہے،روح کعبہ ایک خاص تجلّی ہے** [2] **کہ کعبہ ظاہری اس کا مظہر ہے،پس جن بزرگوں نے دیکھا کہ کعبہ اپنی جگہ نہیں ہے،اس کے معنٰی یہ ہیں کہ وہ روح کعبہ زائرین کی متوجہ نہیں ہے، بلکہ ان بزرگوں کی طرف متوجہ ہے۔**

غرض بعض بزرگ ایسے بھی ہوئے کہ جن کی طرف کعبہ نے خود توجہ کی، لیکن حج کیلئے ان کو بھی خود کعبہ ہی میں آناپڑا۔ **(اصلاح نفس:۱۴۰بحوالہ اشرف الجواب:صفحہ ۳۱۴)**



[2] اہل تصوف کے کلام میں تاویل کرنا، ائمہ محدثین کے نزدیک واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانویؒ **(م ۱۳۶۲ھ)** نے اس کی تاویل فرمائی ہے۔ اور غیر مقلدین کا بھی یہی کہنا ہے۔ تفصیل **مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۲: ص ۳۷** پر موجود ہے۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بجائے قربانی کے نقد امداد کو کیوں نہ اختیار کیا؟

دوسرے اگر یہ حکمت قربانی سے مقصود بالذات ہوتی تو اس کا مقتضی یہ تھا کہ قربانی کے گوشت میں سے کسی حصہ کا تصدق ضرور واجب ہوتا، حالانکہ شریعت میں یہ بھی حکم نہیں، بلکہ اگر کوئی شخص سارا گوشت خود ہی کھالے اور غریبوں کو حبہ برابر بھی نہیں دے تو قربانی میں کچھ قصور نہیں آتا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امداد غرباء قربانی سے مقصود بالذات نہیں، بلکہ مقصود کچھ اور ہے، مگر آپ نے دیکھ لیا کہ اس قسم کے اسرار بیان کرنے کا نتیجہ کہاں تک پہنچا ہے کہ ہر شخص اپنی مخترع حکمتوں پر احکام سمجھنے لگا۔ (سبیل النجاح صفحہ:۱۵)

دسواں اعتراض......کعبہ کا بعض بزرگوں کے استقبال کے لیے جانے کی تحقیق اور اس پر شبہات کا جواب!

بعض بزرگوں کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ مکہ معظمہ پہنچے تو جا کر دیکھا کہ کعبہ موجود نہیں ہے، سخت حیرت ہوئی اور باری تعالیٰ سے دعا کی مجھے معلوم ہو جائے کہ اس وقت کعبہ کہاں ہے؟ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ہم منکشف کیے دیتے ہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ آرہے ہیں، کعبہ ان کے استقبال کو گیا ہوا تھا۔

اور یہ حکایت تین فرقوں کو مضر ہوئی، ایک تو ان کو جنہیں دین سے کچھ بھی تعلق اور واسطہ نہیں، ایسے لوگوں نے تو اس کی تکذیب کی اور کہنے والوں پر ہنسا اور وہم پرست کہنا شروع کیا، دوسرے ان دینداروں کو جو کہ محض ظاہر پرست ہیں، ایسے لوگوں نے ان کو صوفیہ کے ڈھکوسلے کہہ کر اڑا دیا، تیسرے ان لوگوں کو جو فلسفی دماغ کے ہیں اور تاریخ ان کا نصب العین ہے، انہوں نے اس کو خلاف عقل بتلایا اور یہ اعتراض اس پر کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا، سو ہم نے کسی تاریخ میں نہیں دیکھا حالانکہ ان تینوں کی حالت یہ ہے:

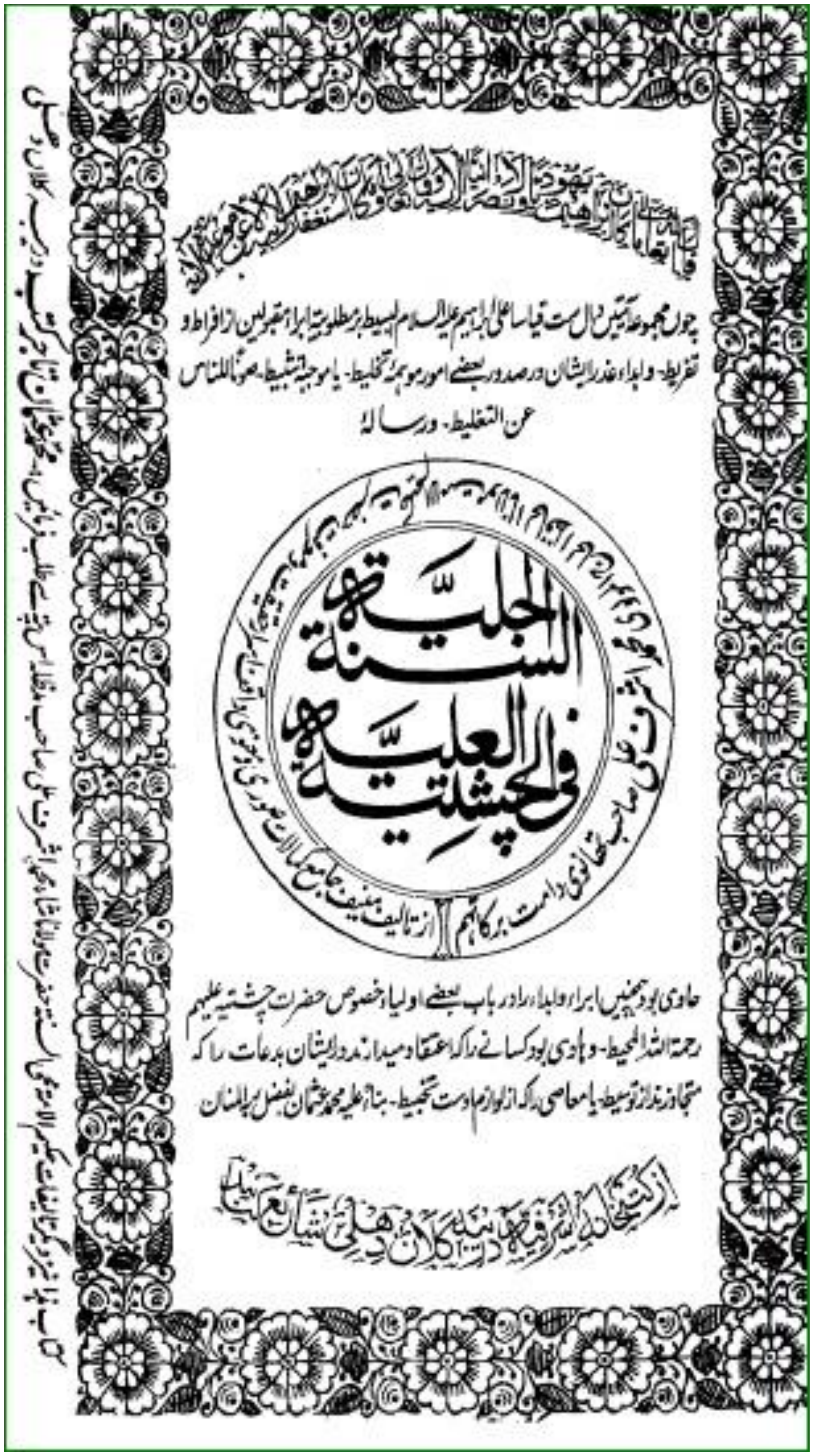
چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانے زدند

تو سمجھو کہ ایک کعبہ کی صورت ہے اور ایک کعبہ کی روح ہے، روح کعبہ ایک خاص تجلی ہے کہ کعبہ ظاہری اس کا مظہر ہے، پس جن بزرگوں نے دیکھا کہ کعبہ اپنی جگہ نہیں ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ روح کعبہ زائرین کی طرف متوجہ نہیں ہے، بلکہ ان بزرگوں کی طرف متوجہ ہے۔

غرض بعض بزرگ ایسے بھی ہوئے کہ جن کی طرف کعبہ نے خود توجہ کی، لیکن حج کے لیے ان کو بھی خود کعبہ ہی میں آنا پڑا۔ (اصلاح النفس:۱۴۰)

لہٰذا معراج صاحب کا اس کو ظاہر پر محمول کرنا، باطل و مردود ہے۔ نیز اپنی ایک اور کتاب میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ سے مراد عمارت نہیں ہے بلکہ تجلیات خاص ہیں اور زیارت و طواف سے مراد اون تجلیات کا خصوصیۃ کے ساتھ کسی طرف متوجہ ہونا، سو اس میں کیا اشکال ہے۔ **(السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ: حصہ سوم: ص ۱۱۳)**

اسکین:



فبہت الذی کفر

چوں مجموعۂ آئینں دال ست قیاساً علی ابراہیم علیہ السلام البسیط بر مطلوبیت ابراء مقبولین از افراط و تفریط۔ وابداء عذر ایشان در صدور بعضے امور موہمۂ تخلیط۔ یا موجبۂ تشنیط۔ صوناً للناس عن التغلیط۔ ورسالۂ

السنة الجلية في الجشتية العلية

از تالیف منیف جامع کمالات ... تھانوی دامت برکاتہم

حاوی بود ہمیں ابراء و ابداء را در باب بعضے اولیا خصوص حضرات چشتیہ علیہم رحمۃ اللہ المحیط۔ و ہادی بود کسانے را کہ اعتقاد میدارند در ایشان بدعات را کہ متجاوز ند از توسیط۔ یا معاصی را کہ از لوازم اوست تحبیط۔ بنا بر طلب محمد عثمان بفضل بر المنان

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی شائع ہوئی

مقصود ہو جو فی نفسہ مذموم نہیں اس سے وہ اشکال تو جاتا رہا البتہ دو سوال باقی ہیں ایک یہ کہ اس اقتران کی کیا دلیل اس کا جواب تو وہی ہے جو اوپر کے اشکال کا مذکور ہوا ہے یعنی حسن ظن بالراوی و عدم فراغ للتحقیق دوسرا سوال یہ ہے کہ عوام تو اس اقتران عادی اور تاثیر میں فرق نہیں سمجھتے پس یہ حکم اون کے مفسدہ کا سبب ہو جاوے گا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حسن ظن بالعوام کے سبب اس کا احتمال نہیں ہوا اسلئے معذور ہیں۔

(اشکال ۹) حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا قول ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام چوتھے آسمان سے نزول فرماویں گے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ہیں جواب یہ ہے کہ یہ بنا بر شہرت و حسن ظن بالرواۃ کے فرمادیا اور شہرت یا تو بے بنیاد ہے یا اوس کی یہ توجیہ ہے کہ آسمان سے مراد فلک یعنی مطلق کرہ ہے ہم سے اوپر کرہ ہوا کا ہے اوسکو اوپر کرہ آگ کا تو اس طرح دوسرا آسمان چوتھا کرہ ہے قالہ بحر العلوم۔

(اشکال ۱۰) چوتھی مجلس میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا ملفوظ ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن ادہم خانہ کعبہ تک پہونچے تو اوس مقام پر خانہ کعبہ کو نہ پایا اور آواز آئی کہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے اور اون کے گرد طواف کر رہا ہے اور یہ ضعیفہ رابعہ بصریہ تھیں اھ سو اگر ایسا ہوتا تو تمام تاریخوں میں متواتر ہو جاتا کیا ایسا خلاف واقع قصہ نقل کرنا خلاف شریعت نہیں ہے **حل اشکال** کعبہ سے مراد عمارت نہیں ہے بلکہ تجلیات خاص ہیں اور زیارت و طواف سے مراد اون تجلیات کا خصوصیت کے ساتھ کسی طرف متوجہ ہونا سو اس میں کیا اشکال ہے۔

(اشکال ۱۱) چوتھی مجلس میں حضرت خواجہ عثمانؒ کا ملفوظ ہو کہ چونکہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ملک حق ہو گئے تو حق خود ملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو گیا اھ کیا اللہ تعالیٰ کیسی کی ملک ہو سکتے ہیں۔ **حل اشکال**۔ ملک مجاز ہو خصوصیت سے مشاکلۃً لفظ ملک سے تعبیر کیا گیا

اور اپنے آخری تصنیف میں بھی حضرت تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) نے اس مسئلہ کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ چنانچہ البوادر النوار میں ہے کہ

سوال:

بابت استقبال قبلہ شامی، بحر الرائق وطحطاوی برامراقی الفلاح وباب ثبوت النسب درمختار وشامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے مجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین امام یافعی وغیرہ وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ وعلماء کا اس کرامات کو منقول ہے اس کو غیر مقلدین لغو وغلط امر کہتے ہیں، ان کا قول وخیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ ﷺ نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم

طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت وطواف کے لئے جائے یہ قلب موضوع وناممکن امر ہے ہاں اگر قرآن وحدیث سے یہ امر مدلل کیا جاوے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے، لہذا علماء احناف کے جناب میں گذارش ہے کہ عقیدے کو نصوص قرآن واحادیث سے یا باستنباط از آیات واحادیث مدلل وثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ وروض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو دھبہ غیر معتمد ہونے سے بچائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرماویں اس امر کی نسبت سخت نزاع درپیش ہے۔

الجواب:

حدیث نمبر(۱):

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ نظر یوماً إلیٰ الکعبۃ فقال ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمؤمن أعظم حرمۃ عند اللہ تعالیٰ منک، أخرجہ الترمذی وحسنہ (صـ ۲۴، ج ۲ مطبوعہ مجتبائی)[3]

ورواہ ابن ماجہ مرفوعاً عن ابن عمر ولفظہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ما أطیبک وأطیب ریحک وأعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن أعظم عند اللہ حرمۃ منک الخ صـ ۲۹۰ اصح المطابع۔ [4]

---

[3] ونظر ابن عمر يوما إلى البيت أو إلى الكعبة فقال ما أعظمك وأعظم حرمتك والمؤمن أعظم حرمة عند الله منك قال أبو عيسى هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث الحسين بن واقد وروى إسحق بن إبراهيم السمرقندي عن حسين بن واقد نحوه وروي عن أبي برزة الأسلمي عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو هذا. (صحيح وضعيف سنن الترمذی: حديث ۲۰۳۲)

تحقيق الألباني: حسن صحيح، المشكاة (5044 / التحقيق الثانی)، التعليق الرغيب (277/3)

[4] عبد الله بن عمر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة ويقول ما أطيبك وأطيب ريحك ما أعظمك وأعظم حرمتك والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك ماله ودمه وأن نظن به إلا خيرا.

تحقيق الألباني: ضعيف غاية المرام (435)، الضعيفة (5309) // ضعيف الجامع (5006) عن ابن عمر //۔ (صحيح وضيعف سنن ابن ماجه: ۳۹۳۲)

ثم وجدت له طريقاً ثالثاً من رواية الحسن بن أبي جعفر: ثنا ليث بن أبي سليم عن طاوس عن ابن عباس قال: نظر رسول الله إلى الكعبة، فقال:

"لا إله إلا الله، ما أطيبك، وأطيب ريحك، وأعظم حرمتك! والمؤمن أعظم حرمة منك..." الحديث نحوه.

أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير" (10966/37/11). وإسناده ضعيف، لكنه ليس شديد الضعف، فيستشهد به.

وله شاهد من حديث عبد الله بن عمرو - أو ابن عمر - مرفوعاً. أخرجه ابن ماجه (3933) من طريق نصر بن محمد بن سليمان الحمصي: ثنا أبي: ثنا عبد الله بن أبي قيس النصري: ثنا عبد الله بن عمرو قال: رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يطوف بالكعبة ويقول: ... فذكره.

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن انہوں نے کعبہ شریف کی طرف نظر کیا اور فرمایا: اے کعبہ تم کتنے عظیم ہو اور تمہاری حرمت کتنی عظیم ہے، حالانکہ مومن اللہ کے نزدیک تم سے بھی زیادہ قابل احترام ہے، اسے امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور حسن بھی کہا ہے،

اور اس روایت کو ابن ماجہؒ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے: اے کعبہ تم کتنے پاکیزہ ہو اور تمہاری خوشبو پاکیزہ ہے، اور تمہاری حرمت کتنی عظیم ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے بڑھ کر ہے۔

حدیث نمبر (۲):

ورجاله ثقات؛ غير نصر هذا، ضعفه أبو حاتم، ووثقه ابن حبان، وبه أعله العراقي في تخريج الإحياء (۱۴۱/۴)، وقال الحافظ: في التقريب: ضعيف۔ قلت: لكنه يتقوى بحديث الترجمة على الأقل. هذا؛ وقد كنت ضعفت حديث ابن ماجه هذا في بعض تخريجاتي وتعليقاتي قبل أن يطبع شعب الإيمان"، فلما وقفت على إسناده فيه، وتبينت حسنه؛ بادرت إلى تخريجه هنا تبرئة للذمة، ونصحاً للأمة داعياً: (ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا)، وبناء عليه؛ ينقل الحديث من "ضعيف الجامع الصغير" و"ضعيف سنن ابن ماجه" إلى "صحيحيهما". *(الصحيحة: ۱۲۴۹/۷، رقم الحديث: ۳۴۲۰)

(68) ما أطيبك واطيب ريحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك (يعني الكعبة)، والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك، ماله ودمه، وأن يظن به إلا خيرا "ضعيف الجامع 5006، ابن ماجه 3933، وهو في الصحيحة 3420. (تراجعات الألباني: صفحه ۵، رقم ۶۸)

200- ما أطيبك وأطيب ريحك! ما يظن به إلا خيرا۔ رواه هق عن ابن عباس, ج عن ابن عمر۔ ضعيف: ضعيف الجامع (5006)

ثم صحيح: السلسلة الصحيحة (3420) (تراجعات: صفحه ۱۳۶، رقم: ۲۰۰)

عن جابر أن رسول الله ﷺ قال أريت الجنة فرأيت امرأة أبى طلحة وسمعت خشخشة أمامى فإذا بلال۔ رواه مسلم (مشکوۃ ص ۵۶۷) [5]

ترجمہ:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جنت دکھلائی گئی، تو میں نے اس میں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا، اور میں نے اپنے آگے کچھ حرکت کی آواز سنی تو دیکھا کہ وہ بلالؓ ہیں۔

حدیث نمبر (۳):

عن جابر قال سمعت النبی ﷺ یقول اهتز العرش لموت سعد بن معاذ وفی روایۃ قال اهتز عرش الرحمٰن لموت سعد بن معاذ۔ متفق علیه۔ (مشکوۃ ص ۵۶۷) [6]

ترجمہ:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عرش حضرت سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے ہل گیا اور ایک روایت میں ہے کہ رحمن کا عرش سعد بن معاذؓ کی موت کی وجہ سے ہل گیا۔

حدیث نمبر (۴):

عن أنس قال قال رسول الله ﷺ إن الجنة تشتاق إلیٰ ثلٰثة علي وعمار وسلمان۔ رواه الترمذی۔ (مشکوۃ ص ۵۷۰) [7]

---

[5] **عن جابر بن عبد الله، أن رسول الله ﷺ قال: «أريت الجنة فرأيت امرأة أبي طلحة، ثم سمعت خشخشة أمامي فإذا بلال»۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۷)**

[6] **عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ» (صحیح البخاری: ۳۸۰۳، صحیح مسلم: ۲۴۶۶)**

ترجمہ:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت تین لوگوں کی طرف شوق رکھتی ہے، علی، عمار اور سلمان۔ رضی اللہ عنہم۔

حدیث نمبر(۵):

عن أنس قال قال أبو بكر لعمر بعد وفاة رسول اللہ ﷺ انطلق بنا إلى أم أيمن نزورها كما كان رسول اللہ ﷺ يزورها الحديث رواه مسلم۔ (مشكوة: صـ ۵۴۰)

ترجمہ:

حضرت انسؓ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا چلو ہم بھی ام ایمنؓ کی زیارت کر لیتے ہیں جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔

حدیث نمبر(۶):

عن جابر في حديث طويل فلما رآى (ﷺ) ما يصنعون طاف حول أعظمها بيدر أثلث مرات الحديث۔ رواه البخاري۔ (مشكوة: صـ ۵۲۹)

ترجمہ:

---

[7] **عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الجنة لتشتاق إلى ثلاثة علي وعمار وسلمان قال هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث الحسن بن صالح. (صحيح وضعيف سنن الترمذى: ۳۷۹۷) تحقيق الألباني: ضعيف، الضعيفة (2329)**

119 - إن الجنة لتشتاق إلى ثلاثة: علي وعمار وسلمان" رواه ت, ح عن أنس، إسناده ضعيف: تخريج المشكاة (6234)

ثم حسن: صحيح الجامع (1598)۔ (تراجعات الألباني: صفحه ۲۹، رقم: ۱۱، وصفحه ۱۰۸، رقم ۱۱۹)

جابرؓ کی لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان قرض خواہوں کا یہ رویہ دیکھا تو کھجوروں کی سب سے بڑی ڈھیری کے گرد تین طواف کئے (چکّر لگائے)۔

حدیث نمبر(۷):

عن جابر أنه سمع رسول اللہ ﷺ یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلیٰ اللہ لی بیت المقدس الحدیث۔ متفق علیه (مشکوۃ: صـ ۵۲۲)

وفی اللمعات جاء فی حدیث ابن عباس فجئ بالمسجد حتی وضع عند دار عقیل وأنا أنظر إلیه۔ [8]

ترجمہ:

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب قریش نے (شب معراج بیت المقدس جانے کے بارے میں) مجھے جھٹلایا (اور بیت المقدس کی عمارت کی علامات مجھ سے پوچھنے لگے) تو میں حطیم میں کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے نمایاں کر دیا۔

اور اللمعات میں ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ مسجد کو لا کر عقیلؓ کے گھر کے پاس رکھ دیا گیا اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔

بعد نقل ان احادیث کے جواباً عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض کے دو قول نقل کئے ہیں،

ایک یہ کہ یہ قلب موضوع ہے،

دوسرا یہ کہ یہ ناممکن ہے،

---

[8] **قال: "فجیء بالمسجد وأنا أنظر حتی وضع دون دار عقال أو عقیل فنعته، وأنا أنظر إلیه"۔ (مسند احمد: جلد ۵: صفحہ ۲۹، حدیث ۲۸۱۹، ط الرسالة)** اس کے محقق شیخ شعیب ارنؤوط لکھتے ھیں: **إسناده صحیح علی شرط الشیخین،** اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ھے۔

قول اوّل کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعظیم طواف سے کی،

اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب موضوع کا جواب حدیث (نمبر ۱) سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مؤمن کو افضل سے بتارہے ہیں۔

اور اوّل تو یہ امر مدرک بالرأئے نہیں اس لئے حکماً مرفوع ہوگا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کیا جاوے تاہم کسی صحابی سے اس پر نکیر منقول نہیں پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا پھر ابن ماجہ میں تو اس کے رفع کی تصریح ہے اور سند بھی اچھی ہے اب کلام مذکور کی بھی حاجت نہیں رہی،

رہ گیا طواف فرمانا رسول اللہ ﷺ کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ ایک امر تعبدی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ مساجد کا احترام فرماتے تھے تو کیا مسجد کا آپ سے افضل اعظم ہونا لازم آگیا اسی طرح بیت معظم بھی آپ سے افضل نہ ہوگا، پھر جب آپ اس سے افضل ہوئے اور پھر آپ نے اس کا طواف کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مفضول کا طواف افضل کر سکتا ہے، سو اگر مومن بیت معظم سے مفضول بھی ہوتا تب بھی افضل کا طواف کرنا مفضول کیلئے جائز ہوتا چہ جائیکہ مؤمن کا افضل ہونا بھی ثابت ہو گیا پھر تو کچھ بھی استبعاد نہ رہا،

باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جاوے یا انسان کا کوئی طواف کرنے لگے اور یہ سب اس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف لغوی ہو بمعنیٰ آمد و رفت جو مقارب ہے زیارت کا تو وہ اپنے مفضول کیلئے بے تکلف ہو سکتا ہے، جیسا کہ حدیث (نمبر ۵ و ۶) میں مصرح ہے۔

اور محض ایسے امور سے افضیلت کا لزوم کیسے ضروری ہوگا جبکہ حدیث (نمبر ۲) میں تقدم بلالؓ کا حضور ﷺ پر منقول ہے، اسی لئے اس تقدم کو شرّاح حدیث نے تقدم الخادم علی المخدوم سے مفسّر کیا ہے۔

پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے نیز عرش جو کہ تجلّی گاہ خاص حق ہے اور اس کی صنعت میں کسی بشر کو دخل نہیں ظاہراً بیت معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اس کی حرکت ایک امتی کیلئے حدیث (نمبر ۳) میں مذکور ہے سو اسی طرح اگر بیت

معظم کسی مقبول امتی کیلئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے، نیز روح اس حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کے تجلّی خاص کا وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے پس ان حدیثوں سے خود زیارت وطواف کا استبعاد تو دفع ہو گیا جو کہ بحث نقلی تھی،

اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے، سو اوّل تو إن الله علی کل شئ قدیر میں اس کا جواب عام موجود ہے، دوسرے حدیث (نمبر ۷) کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اوّل (ص-۱۶۰) میں کیا ہے بتخریج احمد وابن ابی شیبة والنسائی والبزاروالطبرانی وأبی نعیم بسند صحیح ،اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی، رہا قول ثانی کہ یہ ناممکن ہے، سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلا ناممکن ہے یا شرعاً یا عادةً، اوّل کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے وأنّیٰ له ذلک اور اگر شق ثالث ہے تو مسلّم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادةً ممتنع ہو ورنہ کرامت نہ ہو گی، اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ جس اس کی مکذب ہے، **کیونکہ تاریک میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو** سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں ہوتا ہے سو جو اُس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اُس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو، إذا أراد الله تعالیٰ شیئاھیأ أسبابه ،اور یہ اُس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اَقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے جس طرح حدیث (نمبر ۲) میں بلالؓ کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلالؓ یقیناً اُس وقت زمین پر تھے، اب صرف ایک عامیانہ شبہ رہا کہ اس کی سند جب تک حسبِ شرائط محدثین صحیح نہ ہو اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی یہ تو اُس سے بھی کم ہے، یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ راوی ظاہراً ثقہ ہو اور اُس واقعہ کا کوئی مکذب نہ ہو، اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے مدلّل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلّل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہٖ وہی واقعہ یا اُس کا نظیر قرآن وحدیث میں ہو تب تو اُس کے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن وحدیث ہی سے مانگتے ہیں، نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا

جا سکتا ہے؟ اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے۔

تنبیہ:

یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی، باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علماً یا عملاً اُن کی اصلاح بھی واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

۸ / رجب ۱۳۳۵ھ۔ (البوادر النوادر: ۵۴ تا ۵۷)

ان جوابوں میں حضرت تھانویؒ نے تمام اشکالات کا صحیح احادیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمادیا ہے۔

لہٰذا جو شخص ان دونوں جوابوں کو خالی الذہن ہو کر پڑھے گا، اس کے تمام اشکالات دور ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

نیز اگر بالفرض کعبہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے، تب بھی اس کی جگہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا درست ہو گا، جیسا کہ فقیہ، امام ابن العابدینؒ (م ۱۲۵۲ھ) نے صراحت کی ہے۔[9]

---

[9] **قال فی الدر: (والمعتبر) فی القبلة (العرصة لا البناء) فهی من الأرض السابعة إلى العرش۔**

قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله والمعتبر في القبلة إلخ) أي أن الذي يجب استقباله أو استقبال جهته هو العرصة، وهي لغة: كل بقعة بين الدور واسعة لا بناء فيها كما في الصحاح وغيره والمراد بها هنا تلك البقعة الشريفة (قوله لا البناء) أي ليس المراد بالقبلة الكعبة التي هي البناء المرتفع على الأرض، ولذا لو نقل البناء إلى موضع آخر وصلى إليه لم يجز، بل تجب الصلاة إلى أرضها كما في الفتاوى الصوفية عن الجامع الصغير. مطلب كرامات الأولياء ثابتة وفي البحر عن عدة الفتاوى: الكعبة إذا رفعت عن مكانها لزيارة أصحاب الكرامة ففي تلك الحالة جازت الصلاة إلى أرضها. اهـ. وفي المجتبى: وقد رفع البناء في عهد ابن الزبير على قواعد الخليل وفي عهد الحجاج ليعيدها على الحالة الأولى والناس يصلون. اهـ. فتال، وما ذكره في البحر نقله في التتارخانية عن الفتاوى العتابية قال الخير الرملي: وهذا صريح في كرامات الأولياء، فيرد به على من نسب إمامنا إلى القول بعدمها وسيأتي تمام الكلام على ذلك في باب ثبوت النسب (قوله فهي من الأرض السابعة إلى العرش) صرح بذلك في الفتاوى الصوفية معزيا

للحجنة، ثم قال: فلو صلى في الجبال العالية والآبار العميقة السافلة جاز كما جاز على سطحها وفي جوفها فتال، فلو كان المعتبر البناء لا العرصة لم يجز ذلك، فالتفريع صحيح فافهم. (الدر مع الرد: ١/٤٣٢، فكرى)

وقال فى الدر:

(ثم جاءت بولد لا يثبت النسب بدونها) لحرمة وطئها كأم ولد كاتبها مولاها وسيجيء في الاستيلاد أن الفراش على أربع مراتب وقد اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربي بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة أشهر منذ تزوجها لتصوره كرامة، أو استخداما فتح، لكن في النهر: الاقتصار على الثاني أولى لأن طي المسافة ليس من الكرامة عندنا.

قلت: لكن في عقائد التفتازاني جزم بالأول تبعا لمفتي الثقلين النسفي، بل سئل عما يحكى أن الكعبة كانت تزور واحدا من الأولياء هل يجوز القول به؟ فقال: خرق العادة على سبيل الكرامة لأهل الولاية جائز عند أهل السنة، ولا لبس بالمعجزة لأنها أثر دعوى الرسالة وبادعائها يكفر فورا فلا كرامة، وتمامه في شرح الوهبانية من السير عند قوله: ومن -لولي قال طي مسافة يجوز- جهول ثم بعض يكفر وإثباتها في كل ما كان خارقا عن النسفي النجم يروى وينصر أي ينصر هذا القول بنص محمد: إنا نؤمن بكرامات الأولياء.

قال فى الرد: مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات.

وعبارة الفتح: والحق أن التصور شرط، ولذا لو جاءت امرأة الصبي بولد لا يثبت نسبه، والتصور ثابت في المغربية لثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات، فيكون صاحب خطوة أو جنيا. اهـ. (قوله: ليس من الكرامة عندنا) لما في العمادية أنه سئل أبو عبد الله الزعفراني عما روي عن إبراهيم بن أدهم أنهم رأوه بالبصرة يوم التروية، ورئي ذلك اليوم بمكة؟ قال: كان ابن مقاتل يذهب إلى أن اعتقاد ذلك كفر، لأن ذلك ليس من الكرامات بل هو من المعجزات، وأما أنا فأستجهله ولا أطلق عليه الكفر. اهـ. (قوله: لكن في عقائد التفتازاني) أي في شرحه على العقائد النسفية، وهو متعلق بقوله: جزم، وكذا قوله: بالأول، والمراد به ما في الفتح من إثبات طي المسافة كرامة، وذلك أن التفتازاني: قال إنما العجب من بعض فقهاء أهل السنة حيث حكم بالكفر على معتقد ما روي عن إبراهيم بن أدهم إلخ ثم قال: والإنصاف ما ذكره الإمام النسفي حين سئل عن ما يحكى أن الكعبة كانت تزور واحدا من الأولياء هل يجوز القول به؟ فقال: نقض العادة على سبيل الكرامة لأهل الولاية جائز عند أهل السنة. اهـ.

قال العلامة ابن الشحنة: قلت: النسفي هذا هو الإمام نجم الدين عمر مفتي الإنس والجن رأس الأولياء في عصره. اهـ. وعبارة النسفي في عقائده: وكرامات الأولياء حق، فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولي، من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة، وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة، والمشي على الماء والهواء، وكلام الجماد والعجماء، واندفاع المتوجه من البلاء، وكفاية المهم من الأعداء وغير ذلك من الأشياء. اهـ. (قوله: بل سئل) أي النسفي، وقوله: فقال إلخ جواب بالجواز على

اعتراض نمبر "۳" کا جواب:

دوسرے اعتراض ہے کا جواب تفصیلاً کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جاچکا ہے کہ کبھی اللہ تعالی اپنے مرضی و رحمت سے چھوٹے درجہ والے کو کوئی چیز عطاء کرکے، کسی بڑے درجہ والے کو اس سے محروم کردیتا ہے۔

لہذا یہاں بھی اگر بعض اسلاف کے لئے کعبہ کا آنا مروی ہے، تو اس سے حدیبیہ کے مقام پر کعبہ کا حضور کی زیارت کیلئے نہ آنے پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا، اور اس سے حضور ﷺ کا مقام نہ کم ہو، نہ اسلاف کا مقام اعلی ہو،

وجه العموم، وقدمنا في بحث استقبال القبلة عن عدة الفتاوى وغيرها: لو ذهبت الكعبة لزيارة بعض الأولياء فالصلاة إلى هوائها. اهـ. ومثله في الولوالجية. (قوله: ولا لبس بالمعجزة إلخ) جواب عن قول المعتزلة المنكرين الكرامات للأولياء، لأنها لو ظهرت لاشتبهت بالمعجزة فلم يتميز النبي من غيره. والجواب أن المعجزة لا بد أن تكون ممن يدعي الرسالة تصديقا لدعواه، والولي لا بد من أن يكون تابعا لنبي وتكون كرامته معجزة لنبيه، لأنه لا يكون وليا ما لم يكن محقا في ديانته واتباعه لنبيه؛ حتى لو ادعى الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم يكن وليا بل يكون كافرا ولا تظهر له كرامة.

فالحاصل أن الأمر الخارق للعادة بالنسبة إلى النبي معجزة، سواء ظهر من قبله، أو من قبل آحاد أمته، وبالنسبة إلى الولي كرامة لخلوه عن دعوى النبوة، وتمامه في العقائد وشرحها. (قوله: ومن لولي إلخ) من موصول مبتدأ، وقال: صلته و"لولي" متعلق بيجوز و"طي" مبتدأ وجملة "يجوز" خبره والجملة الخبرية مقول القول وجهول خبر " من"، والقول. بالتجهيل، أو التكفير هو ما قدمناه عن العمادية. (قوله: أي ينصر هذا القول إلخ) والحاصل أنه وقع الخلاف عندنا في مسألة طي المسافة البعيدة؛ فمشايخ العراق قالوا: لا يكون ذلك إلا معجزة، فاعتقاده كرامة جهل، أو كفر. ومشايخ خراسان وما وراء النهر أثبتوه كرامة، ولم يرد نص صريح في المسألة عن أئمتنا الثلاثة سوى قول محمد هذا، ولم يفسر ذلك اهـ ملخصا من شرح الوهبانية عن جواهر الفتاوى. وفي التتارخانية أن مسألة تزوج المغربي بمشرقية تؤيد الجواز أي فإنها نص المذهب.

والحاصل أنه لا خلاف عندنا في ثبوت الكرامة، وإنما الخلاف فيما كان من جنس المعجزات الكبار والمعتمد الجواز مطلقا إلا فيما ثبت بالدليل عدم إمكانه كالإتيان بسورة، وتمام الكلام على ذلك في حاشية ح. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۵۲، مكتبة دار الفكر)

بلکہ یہاں پر صرف اللہ تعالی کی قدرت اور رحمت کو دخل ہے، جو کبھی چھوٹے درجہ والے کو کوئی چیز عطاء کر کے، کسی بڑے درجہ والے کو اس سے محروم کر دیتا ہے، جس کی تفصیل **مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۲: ص ۲۲** پر موجود ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل حدیث حضرات کے تمام اشکالات باطل ومردود ہے اور اس واقعہ میں کوئی قابل اشکال بات نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حدیث "في كل أصحابي خير" کی تحقیق۔

-مولانا عبدالرحیم قاسمی

الحافظ الکبیر، امام المحدثین محدث ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ

أبو بكر أخبرنا أبو سعد أيضا قال قرئ على أبي الفتح عبد الجبار بن عبد الله[10] بن برزة الجوهري وأنا حاضر نا أبو طاهر محمد بن محمد بن محمش أنبأ أبو طاهر محمد بن الحسن المحمداباذي نا عثمان بن سعيد الدارمي نا عبد الله بن صالح حدثني نافع بن يزيد عن زهرة بن معبد عن سعيد بن المسيب عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إن الله تعالى اختار أصحابي على جميع العالمين سوى النبيين والمرسلين واختار لي من أصحابي أربعة أبا بكر وعمر وعثمان وعليا فجعلهم خير أصحابي وفي كل أصحابي خير واختار أمتي على سائر الأمم واختار من أمتي أربع قرون بعد أصحابي القرن الأول والثاني والثالث تترى والرابع۔

حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: بے شک اللہ تعالیٰ میرے صحابہ کو انبیاء اور مرسلین کے علاوہ تمام جہانوں پر اختیار فرمایاہے (یا فضیلت دی ہے) اور میرے صحابہ میں سے چار کو میرے لئے چن لیاہے ابو بکر، عمر، عثمان و علی، سو انہیں میرے صحابہ میں سب سے بہترین بنایا، اور میرے تمام صحابہ میں خیر ہے، اور میری امت کو تمام امتوں پر اختیار فرمایاہے (یا فضیلت بخشی ہے) اور میری امت میں سے، میرے صحابہ کے بعد، چار زمانوں کو اختیار کیا (یافضیلت بخشی ہے) پہلا زمانہ، دوسرا زمانہ اور تیسرا زمانہ پے درپے ہیں اور چوتھا زمانہ۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج ۳۰: ص ۲۰۶-۲۰۷)**

سند کی تحقیق:

---

[10] تاریخ دمشق کے مطبوع نسخے میں "**عبد الجبار بن عبد الله**" کے بجائے "**عبد الجبار بن عبيد الله**" لکھاہے، جو کہ کاتب کی غلطی ہے۔

(۱) امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) مشہور ثقہ، متقن، محدث، حافظ الحدیث بلکہ امام المحدثین ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۱۲: ص ۴۹۳)**

(۲) ابو سعد بن ابی الفضل بغدادیؒ (م ۵۴۰ھ) بھی ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۷۲۳)**

(۳) ابو فتح عبد الجبار بن عبد اللہ برزۃ الجوھریؒ (م ۴۶۸ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۱۸۳)**

(۴) محمد بن محمد بن **محمش**، ابو طاہر الزیادیؒ (م ۴۱۰ھ) ثقہ، مسند اور فقیہ ہیں۔ **(الروض الباسم: ج ۲: ص ۱۲۴۶)**

(۵) محمد بن الحسن، ابو طاہر محمد آبادیؒ (م ۳۳۶ھ) ثقہ، اکابر میں سے ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۷۰۲)**

(۶) امام عثمان بن سعید الدارمیؒ (م ۲۸۰ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، محدث، ناقد اور ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۵۷۴، کتاب الثقات للقاسم: ج ۷: ص ۸۴، ذکر من یعتمد قوله في الجرح و التعدیل : ص ۱۹۳)**

(۷) ابو صالح عبد اللہ بن صالح، کاتب **اللیث** ؒ (م ۲۲۲ھ) کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ جب ان سے حدیث کے ماہر (محدث) بیان کریں، تو ان کی روایت صحیح اور مستقیم ہوتی ہے۔ **(ھدی الساری مقدمہ فتح الباری: ج ۱: ص ۴۱۴)**

اور یہاں بھی ان سے حدیث کے ماہر، مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، محدث، ناقد امام عثمان بن سعید الدارمیؒ (م ۲۸۰ھ) اس حدیث کو نقل کر رہے ہے۔ لہذا ابو صالح عبد اللہ بن صالح، کاتب **اللیث**ؒ اس روایت میں ثقہ ہیں۔

(۸) نافع بن یزید المصریؒ (م ۱۶۸ھ) صحیح مسلم کے راوی ہے اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۰۸۴)**

(۹) **زھرۃ بن معبدؒ** (۱۳۵ھ) صحیح بخاری کے راوی ہے اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۰۴۰)**

(۱۰) سعید بن المسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) صحیحین کے راوی ہے اور ثقہ، ثبت فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۳۹۶)**

(۱۱) جابر بن عبد اللہؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔ **(تقریب)**

معلوم ہوا کہ یہ روایت کی سند صحیح ہے۔

نوٹ:

یہاں **"خیر"** سے مراد **"ہدایت"** ہے۔ کیونکہ خیر تو ہر مسلمان میں بلکہ کچھ غیر مسلمانوں میں بھی ہے۔ تو تخصیص کی وجہ ہدایت ہی ہو سکتی ہے۔ لہذا اس حدیث سے مراد یہی ہے کہ میرے ہر صحابیؓ میں ہدایت ہے۔

یاد رہے کہ ابو صالح عبد اللہ بن صالح، کاتب **اللیث** ؒ (**م ۲۲۲ھ**) کا متابع بھی موجود ہے۔ چنانچہ حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (**م ۴۶۳ھ**) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا القاضي أبو عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمي حدثنا أبو العباس محمد بن أحمد ابن الأثرم حدثنا علي بن داود القنطري حدثنا ابن أبي مريم وعبد الله بن صالح قالا حدثنا نافع بن يزيد عن زهرة بن معبد عن سعيد بن المسيب عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله اختار أصحابي على جميع العالمين إلا النبيين والمرسلين واختار لي من أصحابي أربعة فجعلهم خير أصحابي يعني أبا بكر وعمر وعثمان وعليا وفي كل أصحابي خير

حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: بے شک اللہ تعالیٰ میرے صحابہ کو انبیاء اور مرسلین کے علاوہ تمام جہانوں پر اختیار فرمایا ہے (یا فضیلت دی ہے) اور میرے صحابہ میں سے چار کو میرے لئے چن لیا ہے اور انہیں میرے صحابہ میں سب سے بہترین بنایا، یعنی ابو بکر، عمر، عثمان و علی، اور میرے تمام صحابہ میں خیر ہے۔ **(موضح اوھام للخطیب: ج ۲: ص ۳۱۱)**

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (**م ۴۶۳ھ**) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام، سیر، کتاب الثقات للقاسم)**

(۲) امام قاسم بن جعفر، ابو عمر القاضیؒ (**م ۴۱۴ھ**) بھی ثقہ، امین ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۲۴۱)**

(۳) محدث ابو العباس، احمد بن محمد بن الاثرمؒ (م۲۳۶ھ) بھی ثقہ، فاضل ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج:۸: ص ۱۱۵)**

(۴) ابو الحسن علی بن داود القنطریؒ (م۲۷۲ھ) بھی ثقہ، محدث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج:٦: ص۵۷۹)**

(۵) ابو محمد، سعد بن ابی مریم المصریؒ (م۲۲۴ھ) صحیحین کے راوی ہے اور ثقہ، مضبوط [ثبت] فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم۲۲۸٦)** اور ان کے متابع میں ابو صالح عبد اللہ بن صالح، کاتب **اللیث** ؒ (م۲۲۲ھ) موجود ہے، جن کا تعارف گزر چکا۔

(٦) نافع بن یزید المصریؒ (م۱٦۸ھ)

(۷) **زھرۃ بن معبدؒ (۱۳۵ھ)**

(۸) سعید بن المسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔

(۹) جابر بن عبد اللہؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔ **(تقریب)**

معلوم ہوا کہ یہ سند بھی صحیح ہے۔

وضاحت:

یہ حدیث، حدیث "**اصحابی کالنجوم**" کی معنوی طور پر شاہد ہے۔ واللہ اعلم